جلد 02 شمارہ ۱۸، ۲۰۲۴

Article

Maulana Hali's Historical Sensibility: In the Context of Talmihat-e-Musdus

مولانا حالی کا تاریخی شعور: تلمیحاتِ مسدس کے تناظر میں

Dr. Farzana Kokab[*1]

[1] Associate Professor, Department of Urdu, Baha U Din Zikarya University, Multan

*Correspondence: farzanakoukab@gmail.com

ڈاکٹر فرزانہ کوکب، [1]

[۱] ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Abstract: Allusion means an estranged glimpse of something. Allusion is infact a term related to the art of eloquence and meaning. An historical incident is mentioned through a single word or a group of words in order to create eloquence and meaning in speech. Altaf Hussain Haali is a great Urdu poet. His renowned poem "Musaddas-e-Haali" reflects the national, political, sociological, ethical and the historical situations of the Muslims in a befitting manner. In his long poem, Haali has focussed on the poetical tradition of using allusions in Urdu and has expressed this particular aspect in a meaningful way. This essay presents a study regarding allusions in Musaddas e Haali.

Key words: Allusion, Eloquence, Historical incident, Musaddas e Haali, poetical tradition.

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:13-٠7-2024
Accepted:25-٠9-2024
Online:27-٠9-2024

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

کلام میں فصاحت، بلاغت اور زور بیاں پیدا کرنے کے لیے تلمیحات کو برتا جاتا ہے۔ جس طرح تشبیہات و تماثیل اور استعارات سے کلام کا حسن بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح تلمیحات کا استعمال بھی کلام میں دلکشی کے ساتھ ساتھ بلاغت اور معنویت کو دوچند کر دیتا ہے۔ تلمیح دراصل صنائع معنوی کی ایک صنعت ہے۔ کلام میں کم سے کم الفاظ میں معانی کے خزینے سمو دینے کے لیے تلمیح کو استعمال کیا ہے۔

تلمیح عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معانی "کسی شے پر اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنا یا کسی چیز کی طرف اشارہ کرنا" ہیں لیکن علم بدیع کی اصطلاح کے طور پر تلمیح اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں شعر یا نثر میں کسی معروف تاریخی قصے، افسانے، واقعے، حدیث یا آیت قرآنی کا اس طرح اشارہ دینا کہ ایک لفظ یا چند الفاظ سے قاری کا ذہن اس پورے واقعے کی طرف منتقل ہو جائے۔ تلمیح کی مدد سے شاعر بڑی سے بڑی بات اور طویل واقعے کو چند لفظوں میں بہ سہولت ادا کر دیتا ہے۔ جامع اللغات میں تلمیح کے بارے میں یوں لکھا ہے:

"کلام کو آیات و احادیث سے ثابت کرنا" (۱)

مولانا شبلی شعر العجم میں رقمطراز ہیں:

"صنائع شاعری میں ایک چیز تلمیح یعنی کسی قصہ طلب واقعہ سے مضمون پیدا کرنا، ایک لطیف صنعت ہے" (۲)

اردو شاعری میں تلمیحات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں سے بیشتر فارسی اور عربی زبان سے مستعار ہیں۔ اردو کا قدیم ادبی خزینہ ان تلمیحات سے مزین ہے اور جابجا ان کا استعمال نظر آتا ہے گو جدید عہد کی شاعری بھی صنعتِ تلمیح کی مدد سے اپنے معنوی حسن کو نکھارتی چلی آرہی ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معاصر ادبی رجحان میں ان قدیم مروج تلمیحات کا چلن قدرے کم ہوا ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ عہدِ حاضر کے قارئین کو ادب کے قدیم ذخیرے میں برتی جانے والی تلمیحات کے پس منظر سے روشناس کرایا جائے تاکہ ان کے لیے قدیم ادب پاروں کی تفہیم ممکن ہو سکے۔ ان تلمیحات کے متعلق روایات سے آگاہی حاصل کیے بغیر شعر فہمی کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔

اس مضمون میں مسدس میں تلمیحات کی روشنی میں مولانا حالی کے تاریخی شعور کا تجزیہ ہمارے پیش نظر ہے۔ تلمیح ایک تاریخی پس منظر رکھتی ہے اور اسی خاص تناظر میں ہی اپنے کلام میں اس کی برت، مصنف / شاعر کے تاریخی شعور کا پتہ دیتی ہے۔ اس مضمون میں تلمیحات کا تاریخی پس منظر بتانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حالی نے ان تلمیحات کو اپنے کلام میں برتتے ہوئے ان کے معروف مطالب و مفاہیم کو کس حد تک مد نظر رکھا ہے اور وہ تلمیحات کے روایتی اور تاریخی مطالب کو کس انداز میں بروئے کار لائے۔

"مسدس حالی" کا پہلا ایڈیشن ۱۸۷۹ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔ اپنی اشاعت کے اعتبار سے یہ برصغیر میں قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب رہی۔ مسلم امہ کے عروج و زوال کی یہ داستان سو اصدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد آج بھی ایک

خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مولانا حالی نے مسلم معاشرے کی زبوں حالی کے ساتھ ساتھ اس کی عظمتِ رفتہ کو نہایت خوبصورتی، بے تعصبی اور خیر خواہی کے ساتھ سپرد قلم کیا ہے۔

قومی و ملی، سیاسی و سماجی اور تاریخی و اخلاقی طویل نظموں کے ضمن میں مولانا حالی کا نام محتاج تعارف نہیں۔ بلاشبہ وہ بہت بڑے محقق، نقاد، دانشور، مفکر اور شاعر تھے مگر ان کی شناخت کا عام علمی حوالہ "مسدس حالی" ہے۔ انہوں نے اس طویل نظم کا عنوان "مد و جزرِ اسلام" منتخب کیا تھا۔ مگر ان کی یہ تخلیق "مسدس حالی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ مولانا حالی کا یہ شاعرانہ کارنامہ اردو ادب کی تاریخ میں ایک یادگار اور عہد آفرین اضافہ ہے۔ پروفیسر حمید احمد خان لکھتے ہیں۔

> "یوں دیکھیے تو یہ نظم عالمی پیمانے پر انسان کے اخلاقی فضائل و رذائل کا ایک نظر افروز محاکمہ ہے۔ پوری نظم میں جذبہ و تخیل کی کارفرمائی کے باوجود حالی نے سچائی کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا" (۳)

مولانا حالی نے اس طویل نظم کو خوبصورت تراکیب اور استعاروں سے مزین کیا ہے۔ انہوں نے اپنے کلام میں زور اور بیان میں بلاغت پیدا کرنے کے لیے تلمیحات کا نہایت بامعنی اور برمحل استعمال کیا ہے۔ جس سے مسدس کی ادبی شان میں اضافہ ہوا۔

> "انہوں نے مسدس میں قرطبہ، غرناطہ، بلنسیہ، قادس وغیرہ کے نام محض برسبیل تذکرہ نہیں لیے بلکہ ان مقامات کا جغرافیائی محل اور تاریخی حیثیت ان کے پیش نظر ہے۔" (۴)

کسی نے یہ **بقراط** سے جا کے پوچھا "مرض تیرے نزدیک مہلک کیا کیا؟"
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آساں سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

(مسدس حالی مد و جزر اسلام، مدون پروفیسر محمد حنیف شاہد، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۵، ص ۸۱)

بقراط یونان کا ایک مشہور طبیب تھا۔ جو بعد میں دمشق میں درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہو گیا تھا۔ جس مقام پر وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا تھا وہ اب بھی "صوفہ بقراط" کے نام سے مشہور ہے۔ عرب مورخین کے نزدیک بقراط ارسطو کے بعد اور سکندر مقدونی سے ایک سو برس بیشتر گزرا تھا۔ بقراط کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے تجربہ کو خطا سمجھ کر حکمت میں قیاس کو بھی شامل کر لیا تھا اور ۱۱۷ سال تک یونانی حکماء اس کی پیروی کرتے رہے۔ (۵)

مولانا حالی نے اپنی مسدس کا آغاز اسی شعر سے کیا اور امت مسلمہ کے امراض کی تشخیص کے لیے بہ طور تلمیح بقراط کا ذکر کیا۔

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت	بڑھا جانبِ **بوقبیس** ابر رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت	چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور **نوید مسیحا**

(مسدس حالی، ص ۸۵)

کوہِ بوقبیس ایک مشہور پہاڑ ہے جو مکہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں میں سب سے پہلے اسے بنایا، طوفانِ نوحؑ کے وقت حجر اسود بھی اسی پہاڑ پر محفوظ رکھا گیا تھا۔(۶) زمانہ جاہلیت کے طویل دور کے بعد نبی رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ مولانا حالی نے کوہ بوقبیس سے دعوتِ اسلام دینے کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اسے بطور تلمیح استعمال کیا ہے۔

دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا، آخری پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خوش خبری کی طرف اشارہ ہے۔ آپ ﷺ کی آمد کی بشارتیں آپ سے پہلے مختلف مذاہب کی کتابوں میں درج ہیں۔ تمام پیغمبر، آخری اور حتمی رسول کی بعثت کی نوید سناتے گئے ہیں۔ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق یہ پیش گوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور وہ شخصیت رسالت مآب ﷺ تشریف لا چکے ہیں۔(۷)

آنحضرت ﷺ نے ان بشارتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "میں اپنے باپ ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ مسیح کی بشارت ہوں۔" دعائے خلیل کا ذکر قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں ہے جبکہ نوید مسیحا کا تذکرہ سورہ صف میں کیا گیا ہے۔ اس سے مراد نبی رحمت ﷺ کی بعثت ہے۔ مولانا حالی نے بھی اس تلمیح کو اسی تناظر میں استعمال کیا ہے۔

ارسطو کے مردہ فنوں کو جلایا	**فلاطوں** کو پھر زندہ کر کے دکھایا
ہر ایک شہر و قریہ کو یوناں بنایا	مزا علم و حکمت کا سب کو چکھایا

کیا ہر طرف پردہ چشم جہاں سے
جگایا زمانے کو خوابِ گراں سے

(مسدس حالی ص ۹۶)

ارسطو چار صدی قبل مسیح یونان میں پیدا ہوا۔ یہ مشہور حکیم افلاطون کا شاگرد اور سکندر کا وزیر اور اتالیق تھا۔ نہایت قابل، فائق اور ذکی شخص تھا۔ ارسطو کی بہت سی تصانیف زمانی دست برد کی نذر ہو گئی تھیں تاہم ۴۰ کے قریب کتابیں دستیاب ہیں۔(۸)

افلاطون بیس برس کی عمر میں سقراط کا شاگرد ہوا، بیس سال اس کی صحبت سے مستفیض ہوتا رہا۔ افلاطون کو علم ہندسہ سے گہرا شغف تھا۔ سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد افلاطون علم ریاضی، فلسفہ اور سیاسیات کا زبردست عالم تھا(۹)

مولانا حالی نے ارسطو اور افلاطون کی علمی عظمت کے پیش نظر مسدس میں ان کا تذکرہ بطور تلمیح کیا اور ان کے علمی امتیاز و رفعت کی مثالیں دے کر ماضی کے مسلمان اکابرین کے علمی کارناموں کو واضح کرنے کی کوشش کی۔

ہر ایک میکدے سے بھرا جا کے ساغر — ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہو کر
گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر — گرہ میں لیا باندھ حکمِ پیمبر

کہ **"حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو**
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو"

(مسدس حالی، ص۹۶)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا" **الکلمہ الحکمہ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا**"(۱۰) یعنی حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے، جہاں کہیں بھی اسے پائے وہ اسے حاصل کرے۔ یہ حدیث کئی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے مگر عام اور معروف ہے۔ مولانا حالی نے اس شعر میں مذکورہ بالا حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو حصول علم کی ترغیب دی۔

نہیں اس طبق پر کوئی بر اعظم — نہ ہوں جس میں اُن کی عمارات محکم
عرب، ہند، مصر، اندلس، شام، ویلم — بناؤں سے ہیں ان کی معمور عالم

سرِ **کوہ آدم** سے تا **کوہ بیضا**
جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے ان کا

(مسدس حالی ص۹۷)

لنکا کے پہاڑی سلسلے کی سب سے بلند چوٹی "کوہ آدم" ہے۔ حضرت آدمؑ کو جنت میں شجر ممنوعہ کا پھل کھالینے کی پاداش میں اسی پہاڑ پر اتارا گیا تھا۔ اس مقام پر حضرت آدمؑ کے قدم کا نشان اور قبر موجود ہے۔(۱۱) کوہ بیضا عرب میں واقع ہے۔ مولانا حالی نے مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی یاد دلاتے ہوئے ان کی علمی فتوحات اور جہان گردی کے ضمن میں کوہِ آدم اور کوہِ بیضا کا ذکر کیا ہے۔

ہوا اُندلس ان سے گلزار یکسر — جہاں اُن کے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر — یہ ہے **بیت حمرا** کی گویا زباں پر

کہ تھے **آل عدنان** سے میرے بانی
عرب کی ہوں میں اس زمیں پر نشانی

(مسدس حالی، ص۹۷)

قصرِ الحمرا، غرناطہ (اسپین) میں پہاڑی پر بنایا گیا ایک خوبصورت محل ہے، ۱۲۱۳ء میں محمد ثانی نے یہ محل سرخ پتھر سے تعمیر کرایا اور یوسف اول نے ۱۳۴۵ء برس اس کو عربی طرز کے نقش و نگار سے زینت بخشی۔ مسلمانوں نے ہسپانیہ پر آٹھ سو سال تک حکومت کی۔ علم و فضل کو ترقی دینے کے ساتھ ساتھ مسلم حکمرانوں نے وہاں مساجد اور محل بھی تعمیر کروائے، جن میں قصر الحمراء ایک خاص شہرت رکھتا ہے۔(۱۲) مولانا حالی نے اس پر شکوہ محل کی طرف اشارہ کرکے ماضی میں مسلمانوں کے تابناک فن تعمیر کو اجاگر کیا ہے۔

حضرت عدنان اکیسویں پشت میں رسول اللہ ﷺ کے جد امجد ہیں۔ آپ اسماعیلؑ کی اولاد میں سے وہ بزرگ ہستی ہیں، جن تک نبی اکرم ﷺ اپنا سلسلہ نسب بیان فرماتے تھے۔ بنو عدنان خاندان قریش کے جد اعلیٰ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا خاندان آلِ عدنان کہلاتا ہے۔(۱۳) مولانا حالی نے ماضی میں دنیا کی تعمیر و ترقی کے پیش رووں میں آل عدنان کا ذکر کیا ہے۔

ہویدا ہے **غرناطہ** سے شوکت ان کی
عیاں ہے **بلنسیہ** سے قدرت ان کی
بطلیموس کو یاد ہے عظمت ان کی
ٹپکتی ہے **قادس** میں سر حسرت ان کی
نصیب ان کا **اشبیلہ** میں ہے سوتا
شب و روز ہے **قرطبہ** اُن کو روتا

(مسدس حالی، ص۹۸)

غرناطہ ایک تاریخی مقام ہے۔ مسلمانوں کے عظیم الشان ماضی کی کئی بے مثال اور شاندار یادیں غرناطہ سے جڑی ہیں۔ ہسپانیہ کے اس شہر کو مسلم حکمرانوں نے ترقی دے کر دنیا کے چند جدید ترین شہروں میں شامل کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے آج کے سپین پر ۸۰۰ سال تک انتہائی شان و شوکت سے حکومت کی۔ اس سلطنت کی بنیاد طارق بن زیاد نے رکھی اور اس کا خاتمہ سلطان ابو عبد اللہ کے وقت ہوا۔ عیسائیوں نے یہاں سے نہ صرف مسلم حکومت ختم کر دی بلکہ مسلمانوں کا بھی صفایا کر دیا۔

بلنسیہ، ہسپانیہ کا ہی ایک شہر ہے، جو آبادی کے لحاظ سے اسپین کا تیسرا بڑا شہر ہے۔ یہ شہر عہد اسلام میں مشرقی ہسپانیہ کا دارالحکومت رہا۔ ۷۱۴ء میں طارق بن زیاد نے اس شہر کو اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔ اس شہر کا شمار عرب ثقافت کے اعلیٰ ترین مراکز میں ہوتا رہا۔ زوال قرطبہ کے دو سال بعد ۱۲۳۸ء میں بلنسیہ پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا۔

بطلیموس، دوسری صدی عیسوی کا معروف یونانی جغرافیہ دان، ماہر فلکیات اور ریاضی دان تھا، جو اسکندریہ مصر میں پیدا ہوا۔ اس نے نظام شمسی کا زمین مرکزی نظریہ پیش کیا۔ اس موضوع پر اس نے "المجستی" کے نام سے تیرہ جلدوں پر محیط ایک کتاب لکھی، جو مشرق و مغرب کے علمی مراکز میں کافی مقبول رہی۔

قادس بھی ہسپانیہ کا شہر ہے۔ جو ساسانی سلطنت اور خلافت راشدہ کے زمانے تک عراق میں شامل تھا، جہاں فارس کی مسلم فتوحات کے دوران جنگ قادسیہ لڑی گئی۔ اس جنگ کی وجہ سے اس شہر کو اسلامی تاریخ میں خاص اہمیت حاصل ہوئی۔

اشبیلہ، ہسپانیہ کا کاروباری اور ثقافتی مرکز ہے۔ یہ تاریخی شہر مسلمانوں کے دور میں اندلس کا دارالحکومت بھی رہا۔ عبدالعزیز بن موسیٰ نے ۷۱۲ء میں ہسپالس کو فتح کر کے اس کا نام اشبیلہ کو دیا تھا۔ یہ شہر ۱۲۴۸ء میں عیسائیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

قرطبہ جنوبی اسپین کا دارالحکومت ہے۔ یہ زمانہ قدیم میں روم اور قرونِ وسطیٰ میں اسلامی خلافت کا دارالخلافہ رہا۔ ۷۱۱ء میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا اور ۷۱۶ء میں خلیفہ دمشق کے تحت اسے صوبائی دار لحکومت بنا دیا۔ دورِ خلافت کے دوران قرطبہ دنیا کے اعلیٰ ترین شہروں میں سے ایک تھا۔ اور یہ شہر عظیم ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی مرکز کی حیثیت سے معروف تھا۔ اس شہر کو عروس البلاد کہاجاتا تھا۔ عظیم مسجد قرطبہ بھی اس عہد کی عظیم الشان یادگار ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال نے مشہور نظم کہی۔ خلیفہ الحکم ثانی کے دورِ حکومت میں قرطبہ میں دنیا کی سب سے بڑی لائبریری تھی۔ ۱۲۳۶ء میں مسیحی نشاطِ ثانیہ کے دور میں اس شہر پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا۔

مسدس میں مولانا حالی نے بلادِ اسلامیہ کے ان خوب صورت، ترقی یافتہ اور جدید شہروں کے ذکر سے مسلمان حکمرانوں اور اکابروں کی عظمت رفتہ کی جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ان ولولہ انگیز مسلم سپہ سالاروں نے کس طرح دنیا کے عظیم ترین شہر بسائے، ان کو ترقی دی اور انہیں اقوامِ عالم کے لیے مثالی نمونہ بنایا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عہدِ اسلامی میں یہ شہر ثقافتی، علمی، سیاسی اور کاروباری ترقی میں اپنی مثال آپ تھے۔

وہ **لقمان** و **سقراط** کے درِ مکنوں وہ اسرار **بقراط** و درس فلاطوں
ارسطو کی تعلیم سولن کے قانوں پڑے تھے کسی قبر کہنہ میں مدفوں
یہیں آ کے مہر سکوت اُن کی ٹوٹی
اسی باغ رعنا سے بو اُن کی پھوٹی

(مسدس حالی، ص۹۸)

لقمان ایک برگزیدہ ہستی ہو گزرے ہیں۔ ان کی قومیت اور عہد کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ زمانہ قدیم سے ان کا نام حکمت و دانائی کے باب میں خاصا معتبر ہے۔ سید سلمان ندوی، "ارض القرآن" میں لکھتے ہیں کہ ان کا تعلق یمن کے شاہی خاندان سے تھا۔ قرآن مجید میں ایک سورت کا نام بھی ان کے نام پر ہے۔ (۱۴)

سقراط دنیائے فلسفہ کا عظیم المرتبت معلم تھا، جس نے پانچویں صدی قبل مسیح میں یونان میں فلسفہ کی بنیاد رکھی۔ فطرتاً **سقراط** نہایت اعلیٰ اخلاقی اوصاف کا حامل حق پرست اور دوست مزاج استاد تھا۔ اپنی اس حق پرستی اور غور و خوض کی عادت کے سبب اس نے اخیر عمر میں دیوتاؤں کے وجود سے انکار کر دیا تھا اور موت کی سزا پائی تھی۔ مسدس حالی میں لقمان اور سقراط جیسے عظیم علماء اور حکماء کی وراثتِ علمی کا تسلسل مسلم اکابرین کو قرار دیا گیا ہے۔

فصاحت کے دفتر تھے سب گاؤ خوردہ بلاغت کے رستے تھے سب ناسپردہ
اُدھر روم کی شمع انشا تھی مردہ ادھر **آتش پارسی** تھی مردہ
یکایک جو برق آ کے چمکی عرب کی
کھلی کی کھلی رہ گئی آنکھ سب کی

(مسدس حالی، ص ۱۰۱)

پارسی مذہب سے تعلق رکھنے والے، آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ آتش پرستی ایران کا قدیم مذہب تھا۔ پارسی اپنے عقیدے کے مطابق آتش کدہ (عمارتیں) بنا کر ان میں آگ کو جلا کے رکھتے تھے اور لمحہ بھر کے لیے بجھنے نہیں دیتے تھے۔ مولانا حالی نے اس تلمیح کے ذریعے واضح کیا کہ ایران میں جب اسلام پہنچا تو یہ آتش کدے ٹھنڈے ہو گئے۔

ابو بکر رازی، علی ابن عیسیٰ ' حکیم گرامی **حسین ابن سینا**
حنین ابن اسحاق قسیس دانا **ضیا ابن بیطار** راس الاطبا
انہیں کے ہیں مشرق میں سب نام لیوا
انھیں سے ہوا پار مغرب کا کھیوا

(مسدس

حالی ۱۰۱)

ابو بکر محمد بن یحیٰ بن زکریا رازی ۸۶۴ء میں رے میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک مسلمان طبیب، ماہر علم نجوم، فلسفی، کیمیا دان اور ریاضی دان تھے۔ رازی نے مختلف سلسلہ ہائے طب کو مرتب کر کے علم طب کو آگے بڑھایا۔ ابو بکر رازی کی کتاب "الحاوی" یونانیوں کے زمانے سے لے کر ۹۲۵ء تک کے تمام طبی علوم کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ کتاب ۴۰۰ سال تک یورپ کی درس گاہوں میں شامل نصاب رہی۔ اس کے علاوہ دیگر سائنسی موضوعات پر بھی ان کی بے شمار کتب اور مضامین ہیں۔ (۱۵)

علی ابن عیسیٰ الاسطر نویں صدی عیسوی کا ایک عرب مسلم ماہر فلکیات اور جغرافیہ دان تھا۔ اس عظیم سائنس دان نے زمین کے گھیر کی پیمائش کی۔ (۱۶)

حسین ابن سینا کا مکمل نام ابو علی حسین بن عبد اللہ بن سینا تھا۔ وہ ۹۸۰ء میں بخارا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں بخارا کے حکمران نوح بن منصور کا کامیاب علاج کیا۔ ابن سینا معروف معالج، نامور سائنس دان، جامع العلوم فلسفی، ریاضی دان اور ماہر فلکیات تھے۔ انہوں نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ (۱۷)

ابو زید حنین ابن اسحاق العبادی ۸۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ یہ بنو موسیٰ کے دربار میں یونانی مخطوطات کے تراجم پر مامور تھے۔ خلیفہ ماموں الرشید سے خلعتیں عطا ہوئیں۔ اور بیت الحکمت کے مہتمم مقرر ہوئے۔ حنین ابن اسحاق اپنے عہد کا ممتاز طبیب اور یونانی طب کا سب سے بڑا مترجم تھا۔

ابو محمد ضیاء الدین ابن بیطار مالکی سپین کے عظیم ماہر نباتیات اور قابل حکیم تھے۔ آپ نے جڑی بوٹیوں کی تحقیق پر ایک جامع کتاب "کتاب الدویہ المفردہ" لکھی۔ اس کتاب سے اہل یورپ نے کما حقہ فائدہ اٹھایا۔ (۱۸) مولانا حالی نے ان مسلم سائنس دانوں کے بطور تلمیح تذکرے سے اپنے اس خیال کو مدلل اور موثر بنانے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان اکابرین سائنس، حکمت، فلسفہ اور ریاضی میں دیگر اقوام سے پیچھے بالکل نہیں تھے بلکہ مشرق و مغرب کے تمام ماہرین طب و فلسفہ انہی کے خوشہ چین اور مقتدی تھے۔

وہ دیکھے گا ہر سو ہزاروں چمن واں بہت تازہ تر صورت **باغِ رضواں**
بہت اُن سے کم تر پہ سرسبز و خنداں بہت خشک اور بے طراوت مگر ہاں
نہیں لائے گو برگ و بار اُن کے پودے
نظر آتے ہیں ہونہار اُن کے پودے

(مسدس حالی، ص ۱۰۳)

رضواں ایک فرشتے کا نام ہے جو باغِ جنت میں دربانی پر مامور ہو گا اور جنت کا مکمل انصرام دیکھے گا۔ باغ رضواں سے مراد جنت ہے۔ (۱۹) روایت میں ہے کہ شبِ معراج حضرت جبرائیلؑ امین نے رسول خدا ﷺ سے اس فرشتے کی ملاقات کرائی تھی۔

حکومت نے تم سے کیا گر کنارا تو اس میں نہ تھا کچھ تمہارا اجارا
زمانے کی گردش سے ہے کس کو چارا کبھی یاں **سکندر** کبھی یاں ہے **دارا**
نہیں بادشاہی کچھ آخر خدائی
جو ہے آج اپنی تو کل ہے پرائی

(مسدس حالی، ص ۱۰۴)

سکندرِ اعظم مقدونیہ کے شہنشاہ فلپ دوم کا بیٹا تھا۔ ارسطو کا یہ شاگرد ایک عظیم سلطنت کا بادشاہ اور جرنیل رہا۔ اپنی عقل مندی، مہارت اور بے مثال بہادری کے سبب اس نے یونان کو فتح کیا۔ اس کے بعد اس نے دارا کو شکست دے کر ایران اور راجہ پورس کو شکست دے کر ہندوستان پر قبضہ کیا اور اپنی عظیم الشان سلطنت قائم کی۔(۲۰)

دارا ایران کا ایک کمزور شہنشاہ تھا۔ سکندر اعظم نے اس کو اسوس اور اربیلا میں شکست دی اور تعاقب کرتا ہوا باختر تک لے گیا جہاں ۳۳۰ ق م میں اس کے چچازاد نے اسے قتل کر دیا اور سلطنت فارس پر سکندر اعظم کا قبضہ ہو گیا۔(۲۱) مولانا حالی نے سکندر اور دارا کی تلمیحات سے زمانی تغیر اور عروج وزوال جیسی ناقابل تردید سچائیوں کو بیان کیا ہے۔

بہشت اور **ارم** **سلسبیل** اور **کوثر** پہاڑ اور جنگل جزیرے سمندر
اسی طرح کے اور بھی نام اکثر کتابوں میں پڑھتے رہے ہیں برابر
یہ جب تک نہ دیکھیں کہیں کس یقیں پر
کہ یہ آسماں پر ہیں یا ہیں زمیں پر

(مسدس حالی، ص ۱۰۶)

بہشت سے مراد جنت ہے، جہاں دنیا میں نیکیاں کرنے والے لوگ بروز حشر بعد از حساب داخل کیے جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ ارم قوم عاد کے ایک بادشاہ شداد کی بنائی ہوئی خود ساختہ جنت تھی۔ جس کی زمین پر مشک، عنبر اور زعفران بچھایا گیا تھا۔ اس کو باغِ ارم کا نام دیا گیا تھا۔ اس مصنوعی بہشت کی تیاری میں پانچ سو سال خرچ ہوئے تھے۔(۲۲) سلسبیل جنت میں شہد کا ایک چشمہ ہے۔ جو طوبیٰ کی جڑ سے نکلتا ہے۔ کوثر بہشت کی ایک نہر کا نام ہے۔ جس میں شرابِ طہور ہو گی۔ بعض روایات میں اسے حوض سے تعبیر کیا گیا ہے۔(۲۳)

مسدس میں فقط ان نعائم بہشت پہ نظریں گاڑے بے عمل، سست اور کاہل مسلمانوں کو دنیوی تحرک، جہد اور عمل کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

وہ دولت کہ ہے مایہ دین ودنیا وہ دولت کہ ہے توشہ راہ عقبیٰ
سلیماں نے کی جس کی حق سے تمنا بڑھا جس سے آفاق میں نام **کسریٰ**
کیا جس نے **حاتم** کو مشہورِ دوراں
کیا جس نے **یوسف**ؑ کو مسجودِ اخواں

(مسدس حالی، ص ۱۱۳)

سلیمانؑ، داوٴدؑ کے بیٹے تھے۔ جن کی ولادت ۱۰۳۵ق م میں ہوئی۔ وہ ۲۹ سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے۔(۲۴) سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ مجھ کو ایسی بادشاہی عطا ہو، جو میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور انہیں جنوں، انسانوں، پرندوں ، جانوروں پر حکومت عطا کر دی گئی۔

کسریٰ نوشیرواں ایران کا تاریخ ساز شہنشاہ تھا۔ وہ بہت بڑے خزانوں کا مالک تھا۔ اس نے ایک مشہور محل قصرِ کسریٰ کے نام سے تعمیر کرایا تھا۔ حاتم طائی عرب کا مشہور سردار اور شاعر تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ طے سے تھا۔ اس کی سخاوت کا شہرہ چار دانگ عالم میں تھا۔ مشہور ہے کہ حاتم کے دروازے سے کبھی کوئی سائل خالی نہ گیا تھا۔ حاتم طائی کی سخاوت کے قصے پورے دنیا میں مشہور ہیں۔ اور ان کے قصوں کے تراجم دنیا کی تقریباً ہر زبان میں ہو چکے ہیں۔

یوسف علیہ السلام ۱۹۲۷ق م میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے والد یعقوب علیہ السلام کی عمر ۳۷ برس تھی۔ آپ کے والد کو آپ سے بے حد محبت تھی اور وہ ایک لحظہ کے لیے بھی آپ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں کرتے تھے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کو بھائیوں کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ اسی طرح زلیخا کو یوسف علیہ السلام کے عشق میں گرفتار ہونے کا ذکر بھی ہے۔ زلیخا کو یوسفؑ دور سے آتے دکھائی دیئے، اس کے بدن میں کپکپی سی پیدا ہوئی اور اسے یوں محسوس ہونے لگا، جیسے اس کے قدیمی اور رنگیں خوابوں کا محبوب دل نواز اس کی طرف پیش قدمی کرتا چلا آرہا ہے۔(۲۵) بلاشبہ حضرت یوسف حسن و جمال کے بے مثال پیکر تھے۔

دنیاوی شرف و عزت اور جاہ و عظمت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا حالی نے ان عظیم شاہوں کے ذکر سے مسلمانوں میں پھیلے اس خیال کی نفی کی ہے کہ دنیوی ترقی کی خواہش ایک مذموم اور قبیح عمل ہے۔

یہ ہیں جادہ پیمائے راہِ طریقت　　　مقام اُن کا ہے ماورائے شریعت
انھی پر ہے ختم آج کشف و کرامت　　　انھی کے ہے قبضے میں بندوں کی قسمت
یہی ہیں مراد اور یہی ہیں مرید اب
یہی ہیں **جنید** اور یہی **بایزید** اب

(مسدس حالی، ص۱۱۸)

جنید بغدادیؒ بغداد میں پیدا ہوئے۔ وہ قرآن کے حافظ ، فقہ کے عالم اور شریعت کے پابند شخص تھے۔ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ ساری رات عبادت میں گزار دیتے تھے۔ حتیٰ کہ جب جنید بغدادی کے وصال کا وقت قریب آیا تو زبان پر تسبیح جاری تھی۔(۲۶)

بایزید بسطامی ایران کے صوبہ بسطام میں ۸۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ تصوف میں آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ شیخ ابو سعید کا قول ہے کہ میں پورے عالم کو آپ کے اوصاف پر دیکھتا ہوں لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے مراتب کو کوئی نہیں جانتا۔(۲۷) آپ سلطان العارفین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کی وفات ۲۳۱ ہجری میں ہوئی۔

مولانا حالی نے ان ننگ اسلاف اور بے لیاقت خود ساختہ پارساؤں کی خوب خبر لی ہے، جو اپنے تئیں جبہ خلافت زیب تن کر کے جنید بغدادی اور بایزبسطامی بنے پھر رہے ہوتے ہیں۔

شریعت کے احکام تھے وہ گوارا — کہ شیدا تھے اُن پر یہود اور نصاریٰ
گواہ ان کی نرمی کا قرآں ہے سارا — خود **الدین یسر** نبی نے پکارا
مگر یاں کیا ایسا دشوار اُن کو
کہ مومن سمجھنے لگے بار اُن کو

(مسدس حالی، ص ۱۲۰)

"ان الدین یسرا" بے شک دین آسان ہے۔ یہ حدیث مبارکہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اسلام کو آسان ترین دین فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں بے شمار احادیث موجود ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات بھی اسلام کی آسانی پر دلالت کرتی ہیں۔ مسدس حالی میں اس حدیث کی طرف اشارہ کر کے مومن کو رقیق القلبی، ہمدردی اور خیر خواہی کی طرف راغب کیا گیا ہے۔ نیز دین میں خود ساختہ سختیوں اور پابندیوں کی مذمت کی گئی ہے۔

تعصب کہ ہے دشمن نوعِ انساں — بھرے گھر کیے سینکڑوں جس نے ویراں
ہوئی بزمِ **نمرود** جس سے پریشاں — کیا جس نے **فرعون** کو نذرِ طوفاں
گیا جوش میں **بولہب** جس کے کھویا
ابوجہل کا جس نے بیڑا ڈبویا

(مسدس حالی، ص۱۲۱)

نمرود ایک مطلق العنان حکمران تھا جس نے شام میں سلطنت قائم کی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ مغرب و مشرق پر قابض ہو گیا۔ چہار سو سے اس کے لیے خراج آتا تھا۔ وہ بڑا متکبر بادشاہ تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کو دعوتِ حق دی، جسے اس نے ٹھکرایا اور ابراہیمؑ کو آگ کے ایک بڑے الاؤ میں پھینک دیا مگر نارِ نمرود ابراہیمؑ کے لیے گلزار بن گئی۔ چند ہی دنوں کے بعد خود نمرود اذیت ناک حالت میں ہلاک ہو گیا۔

فرعون، مصر کے حکمرانوں کا لقب تھا۔ تین ہزار سال قبل مسیح سے لے کر عہد سکندریہ تک ان کے ۳۱ خاندان برسر اقتدار آئے۔ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے وقت جو فرعون مصر کا حکمران تھا اس کا نام رعمیس ثانی تھا۔ (۲۸) فرعون ایک ظالم بادشاہ تھا۔ وہ اپنے ملک کے باشندوں کو گروہوں میں بانٹ رکھتا تھا۔ موسیٰؑ کی پیدائش کے موقع پر فرعون نے سلطنت میں پیدا ہونے والے تمام نومولود بچوں کا قتل عام کرنے کا حکم دیا تھا۔

ابو لہب رشتے میں رسول اللہ ﷺ کا چچا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کو دعوتِ اسلام دی تو ابو لہب نے اٹھ کر کہا تو ہلاک ہو، کیا تو نے ہمیں اس غرض سے جمع کیا تھا۔(۲۹) غزوہ بدر کے بعد ابو لہب کی موت، چیچک کی بیماری سے واقع ہوئی۔

ابو جہل کا اصل نام عمرو بن ہشام تھا۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور سردار قریش تھا۔ یہ غزوہ بدر میں دیگر سات روسائے قریش کے ساتھ ہلاک ہوا۔

مسدس میں مولانا حالی نے ان بادشاہوں اور رئیسوں کے عبرت ناک انجام کی مثالیں دیتے ہوئے تعصب اور تکبر کی تباہ کاریوں کو واضح کیا ہے۔

جو سقے نہ ہوں جی سے جائیں گذر سب   ہو میلا جہاں گم ہوں دھوبی اگر سب
بنے دم پہ گر شہر چھوڑیں نفر سب   جو ٹُھڑ جائیں مہتر تو گندے ہوں گھر سب
یہ کر جائیں ہجرت جو شاعر ہمارے
کہیں مل کے "**خس کم جہاں پاک**" سارے

(مسدس حالی، ص ۱۳۲)

"خس کم جہاں پاک" ایک ضرب المثل ہے۔ یہ کلمہ نالائق شخص کے کہیں چلے جانے یا مرنے پر کہتے ہیں یعنی کوڑا اٹھا تو صفائی ہو گئی۔(۳۰) مولانا حالی اردو شاعری کے روایتی اور گھسے پٹے مضامین کے سخت ناقد تھے۔ ان کے خیال میں اردو کی روایتی شاعری مخرب اخلاق مضامین سے بھر چکی ہے۔ اس کی اصلاح کی ضرورت ہے، چنانچہ وہ ایسے کلام کہنے والے شعراء کو بے کار اور نالائق سمجھتے تھے۔ انھی کے لیے مولانا نے "خس کم جہاں پاک" کی ضرب المثل استعمال کی ہے۔

طوائف کو ازبر ہیں دیوان ان کے   گویوں پہ بے حد ہیں احسان ان کے
نکلتے ہیں تکیوں میں ارمان ان کے   ثناخواں ہیں **ابلیس و شیطان** ان کے
کہ عقلوں پہ پردے دیے ڈال اُنہوں نے
ہمیں کر دیا فارغ البال اُنہوں نے

(مسدس حالی، ص ۱۳۲)

ابلیس اور شیطان ایک ہی کردار کے دو نام ہیں۔ یہ جنات کی نسل میں سے تھا۔ اور اپنی عبادت و ریاضت کے طفیل فرشتوں میں شامل ہو گیا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ معلم الملکوت کے رتبے پر بھی فائز ہوا تھا۔ آدمؑ کی تخلیق کے بعد جب خدا تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو ابلیس غرور و تکبر کا شکار ہو گیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ تب سے ابلیس کو برائی کے استعارے کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ مولانا حالی نے بے مقصد اور سطحی قسم کی شاعری کرنے والوں کے لیے ابلیس و شیطان کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اگر شش جہت میں کوئی دلربا ہے　　　تو دل اُن کا نادیدہ اُس پر فدا ہے
اگر خواب میں کچھ نظر آ گیا ہے　　　تو یاد اُس کی دن رات نام خدا ہے
بھری سب کی وحشت سے روداد ہے یاں
جسے دیکھیے **قیس و فرہاد** ہے یاں

(مسدس حالی، ص ۱۳۴)

قیس مجنوں کا اصل نام تھا، مگر عشق کی دیوانگی کے باعث مجنوں مشہور ہو گیا۔ یہ قبیلہ بنی عامر کے سردار کا بیٹا تھا۔ مجنوں لیلیٰ کے عشق میں فریفتہ ہو گیا اور پھر اس نے ساری زندگی لیلیٰ کے ہجر و فراق اور غم میں گزار دی۔ حتیٰ کہ وہ ریگستان میں مارا مارا پھرتا رہا اور وہیں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ مجنوں کی وفات ۸۰ ہجری میں بنو امیہ کے دور میں ہوئی۔ (۳۱)

فرہاد کو شیریں سے اس قدر عشق تھا کہ اس نے پہاڑ تراشنے کی حالت میں بھی اس کے خیال سے دور نہ ہونے کی غرض سے ایک پیکر سنگین خوش نما کوہ بے ستوں میں تراش لیا تھا، جسے دیکھ کر وہ اپنے دل کو تسلی دیتا تھا۔ مولانا حالی نے برصغیر کے باشندوں کی بے عملی پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں کا باشندہ عمل سے کوسوں دور ہے مگر عشق کی کارروائی کے لیے ہمہ دم قیس و فرہاد بننے کو تیار ہے۔

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں　　　گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں
ہر اک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں　　　شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں
سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

(مسدس حالی، ص ۱۳۸)

عربی مقولہ ہے کہ "السفر وسیلۃ الظفر" اس طرح سفر وسیلہ ظفر ضرب المثل ہے۔ یعنی سفر کامیابی کا ذریعہ ہے۔ (۳۲) حالی نے اقوام عالم کی ترقی کے کارنامے گنواتے ہوئے یہ باور کرایا ہے کہ سفر جو پہلے مصیبت اور جان جوکھوں کا کام ہوا کرتا تھا، اب سائنس کی ترقی کی بدولت یہ عمل نہایت سہل بلکہ کامیابی کا وسیلہ بن چکا ہے۔

مسدس حالی میں تلمیحات کا استعمال، اردو شاعری کی تلمیحات کی روایت سے الگ تھلگ نہیں۔ مولانا حالی نے تلمیحات کو برتنے میں ان کے معروف پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں بر موقع اور با معنی انداز میں برتا، جس سے مولانا کے عمدہ تاریخی شعور کا پتا چلتا ہے۔ مسدس میں مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، علمی اور معاشرتی حالت کو واضح کرنے کے لیے مولانا نے قرون اولیٰ اور عہد وسطیٰ سے علمی مصادر، ادبی شخصیات اور ثقافتی تلازموں کو تلمیحی امثال کے طور پر استعمال کر کے اسے معنوی اعتبار سے معتبر بنایا ہے۔ یقیناً مختلف تاریخی واقعات، الفاظ اور ادبی اصطلاحیں اہلِ زبان قلم کاروں کے قلم سے اظہار پاتے رہیں تو زندہ رہتے ہیں اور آئندہ کے تخلیقی عمل کے لیے

محفوظ ہو جاتے ہیں، بصورت دیگر اظہار سے خارج ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فراموش کر دیئے جاتے ہیں اور زبان وادب میں متروک قرار پاتے ہیں۔ مسدسِ حالی اس ضمن میں ایک وقیع تاریخی دستاویز ہے۔

حوالہ جات

(۱) غلام سرور، مفتی، جامع اللغات، بیروت: پرنٹنگ آفس، ۱۸۹۰ء، ص ۳۸۲

(۲) شبلی نعمانی، علامہ، شعر العجم (جلد پنجم) اعظم گڑھ: معارف پریس، ۱۹۹۸، ص ۹۰

(۳) حمید احمد خان، پروفیسر، مرتبہ، ارمغانِ حالی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۰ء، ص ۲۵

(۴) ایضاً، ص ۲۵

(۵) محمود نیازی، تلمیحات، لکھنو: شاہی پریس، ۱۹۶۴ء، ص ۷۷

(۶) حامد حسین، ڈاکٹر، سید، تلمیحات و مصطلحات، بھوپال: پاشا پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۷، ص ۵۸

(۷) تلمیحات، ص ۱۷۷

(۸) شریف احمد قریشی، ڈاکٹر، تلمیحات نظیر اکبر آبادی، نئی دہلی: شوبی آفسٹ پریس، ۲۰۰۶، ص ۴۹

(۹) خالد ندیم، ڈاکٹر، جہانِ تلمیحات، لاہور: نشریات، ۲۰۱۶، ص ۳۵

(۱۰) محمد ترمذی، ابو عیسیٰ، جامع الترمذی، حدیث نمبر ۲۶۸۷

(۱۱) تلمیحات، ص ۳۴۹

(۱۲) http:ur.m.wikipedia.org

(۱۳) ایضاً

(۱۴) مشتاق احمد، جدید اردو نظم میں تلمیحات، پشاور: یونیورسٹی آف پشاور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۷۰

(۱۵) http:urduemoalla.com

(۱۶) Bolt Marvin,ali ibn isa al Asturlabi, Biographical Encyclapedia of Astronomers newyork 2007, P34

(۱۷) جہانِ تلمیحات، ص ۲۴

(۱۸) http:worldsciencejournals.wordpress.com

(۱۹) ثوبان سعید، فرہنگ تلمیحات، نئی دہلی: نیو انڈیا آفسٹ پرنٹرز، ۲۰۱۰ء، ص ۱۸۷

(۲۰) جدید اردو نظم میں تلمیحات، ص ۷۹

(۲۱) اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص ۵۸۷

(۲۲) تلمیحات و مصطلحات، ص۱۲۹

(۲۳) تلمیحات نظیر اکبر آبادی، ص۲۷۸

(۲۴) آغا اشرف، انبیائے قرآن، لاہور: مکتبہ قریش، ص۲۰۵

(۲۵) عبد الرحمان طارق، منزل عشق، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص۱۶

(۲۶) یونس ادیب، امامِ تصوف، حضرت جنید بغدادی، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز

(۲۷) فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیا، لاہور: الفاروق بک فاؤنڈیشن، ص۹۴

(۲۸) محمد حفظ الرحمن سیوہاروی، قصص القرآن، لاہور: ناشران قرآن لمٹیڈ، جلد اول، ص۴۲۶

(۲۹) اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص۹۸

(۳۰) فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز لمٹیڈ، ۲۰۰۷، ص۳۴۵

(۳۱) فرہنگ آصفیہ، جلد ۴، ص۲۹۵

(۳۲) فیروز اللغات، ص۴۲۶